سوال و جواب

ACD 33

Track - 1

77:00

سوال: روحانی نقطۂ نظر سے وقت کی کیا اہمیت ہے؟ اس پر کچھ روشنی ڈالیں؟

جواب: ....

اسی بات کو قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایاکہ آپ کیا جانتے ہیں کہ یہ
قیامت جو ہے یہ کیا چیزہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کا وقفہ اتنا ہے
جیسے پلک جھپکنے سے بھی قریب ترین۔ اس آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ وقت
کی پیمائش ہماری زمین میں یہ پیمائش

سوال و جواب

ACD 33

Track - 2

28:00

سوال: خیالات کو قبول کرنے اور خیالات کو رد کرنے کا نام زندگی ہے اس کو
روحانی نقطہ نظر سے بیان فرمائیں؟

جواب: (شروع کی ایک منٹ کی ریکارڈنگ ٹھیک نہیں ہے)

خیال آیا کہ وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہئیے۔ مطالعہ کرتے ہیں۔ ....
مطالعہ شروع کیاتو آہستہ آہستہ وہ دکان تو ختم ہوگئی اور اس نے لائبریری
کی صورت اختیار کرلی۔ لائبریری کی شکل سامنے آئی تو چند پڑھے لکھے حضرات
بھی وہاں تشریف لے آئے۔ اور ماحول علمی ماحول بن گیا۔ پھر شوق ہو ا کہ
جوکچھ پڑھا ہے یہ اگر اس طرح تشہیر کی جائے کہ دوسروں کو بھی فائدہ
پہنچے یہ ایک طرح سے بھلائی ہوگی، نیکی ہوگی، کارخیر ہوگا۔ اور ایک ایسا
درخت وجود میں آجائے گا کہ جناب اس سے لوگ مستفیض ہوں گے ۔سکون
حاصل کریں گے۔ علم حاصل کریں گے ۔ مضمون لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔
قدرت کو جس بندے سے جو کام لینا ہوتا ہے اسی قسم کے وسائل اور حالات پیدا
ہوجاتے ہیں۔لوگوں کا یہ خیال بالکل صحیح نہیں ہے کہ لوگ اپنے لئے حالات کو
پیدا کرتے ہیں۔ اپنی زندگی خود بناتے ہیں۔ یا کسی اعلیٰ مقام پر پہنچنے میں
صرف ان کی ذات کا تعلق ہوتا ہے ۔ اعلیٰ مقام پر پہنچنے میں ذاتی کاوشیں
جدوجہد اور محنتیں تو ہوتی ہیںلیکن اگر حالات ساتھ نہ دیں ، وسائل سامنے

نہ آئیں تو بڑی سے بڑی کوششیں بھی ناکامی میں تبدیل ہوجاتی ہیں۔ مضمونوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے جو میرے ذہن میں بات آئی اور جس نے مجھے بہت زیادہ سوچ بچار پر مجبور کیاوہ یہ تھی کہ یہ خیال کہاں سے آتا ہے۔ اور دوسری بات جو سامنے آئی وہ یہ ہے کہ زندگی تو ہے ہی سارے کا سارا خیال۔مثلاً اگر آپ بھوک کی طرف ذہن متوجہ کریں تو یہ خیال ہے کھانے کا خیال کو آپ بھوک کہہ لیں ۔ پانی کے پینے کے خیال کو آپ پیاس کہہ لیں۔ اسی طرح گرمی سردی کا احساس اپنائیت اور اجنبیت کا احساس یہ بھی خیال کے سوا کچھ نہیں ہے۔ خیالات کا جوسلسلہ زندگی کو قائم رکھے ہوئے ہے اس سے دنیا کا کوئی بھی ایک آدمی بھی بچا ہوا نہیں ہے۔ خیالات آئیں گے تو آپ زندہ ہیں۔خیالات آئیں گے تو آپ کھانا کھائیں گے۔ خیالات آئیں گے تو آپ سوئیں گے۔ نیند میں خیالات کا سلسلہ ٹوٹے گا تو آپ بیدار ہوں گے۔ یعنی آپ یہ دیکھیں کہ ساری زندگی جو ہے خیالات کے تانے بانے پربنی ہوئی ہے۔ غالب نے کہا ... عالم تمام حلقہء دام خیال ہے۔ یہ ساری دنیا کیا ہے؟ مختصر یہ کہ یہ خیالات کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ سوال ذہن میں میرے بار بار آتا رہایہ خیال کہاں سے آتے ہیں؟ کیوں آتے ہیں؟ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خیالات جہاں سے بھی آتے ہیںدماغ میں ایسی کون سی مشین فٹ ہے جو خیال کو مشین قبول کرتی ہے کون سا سیٹ لگا ہوا ہے؟ تو اس کھوج میں بہت کتابیں پڑھیں ۔ جو بھی کتاب ملی۔نفسیات سے متعلق ملی۔ طبیعات سے متعلق ملی۔ قرآنی تفاسیر پڑھیں۔یہ تو مسئلہ حل ہوگیاکہ زندگی نام ہے خیالات کا۔ خیالات کو قبول کرنے یارد کرنے کا جو نام ہے وہ زندگی ہے۔ مثلاً ایک آدمی مرتاہے۔ تو قانون یہ ہے کہ جب تک کوئی آدمی موت کو

accept

نہیں کرلیتا وہ اس دنیا سے کبھی نہیں مریگا۔ یہ قانون ہے۔ اب آپ کہتے ہیں مرنا تو کوئی نہیں چاہتا۔ کہا یہ جاتا ہے کہ مرناکوئی نہیں چاہتا لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی موت کو قبول نہ کرے یا زندگی سے مایوس نہ ہوجائے مرے گا نہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگالوگوں کی عمر بڑی ہوتی ہے تو ہمارے بزرگ کہنا شروع کردیتے ہیں بھئی اب ادھر کا سفر ہے۔ اب ادھر کی تیاری ہے۔ کوئی کہتا ہے جی قبر میں پیر لٹکے ہوئے ہیں۔کوئی یہ کہے گا میاں اب تو ادھر کی فکر ہے ۔ ادھر کی بہت اچھی گزر گئی جو گزر گئی بس اب ادھر کی اچھی ہو۔ اس کا مطلب اب وہ مرنے کے لئے تیاری شروع ہوگئی ہے۔ جو لوگ عمر کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے ہیں ان کی عمر کم ہوتی ہے وہ مرجاتے ہیں وہاں بھی اگر آپ غور کریں وہاں ایک بات آپ کو نظر آئے گی کہ وہ آدمی زیادہ تر کم عمری میں انتقال کرجاتا ہے جن کے عمر مایوسی طاری ہوجاتی ہے۔ کوئی بھی وجہ ہو ۔ گھر کے حالات ہوں۔ کاروبار میں نقصان ہو۔ اس کو یہ احساس ہوجائے کہ میرے گھر والے مجھے کوئی اہمیت نہیں دیتے۔چاہے۔ وہ غلط ہی ہو۔

بہرحال پوری عمر سے پہلے جو لوگ مرجاتے ہیں ان کے پیچھے ایک مایوسی جو
ہے وہ آپ کو نظر آئے گی۔ مایوس ہونا بھی خیال ہے۔ پر امید ہونا بھی خیا ل
ہے۔ مایوس ہونا بھی خیال ہے۔ بچپن وہ بھی ایک خیال ہے۔ جوانی وہ بھی ایک
خیال ہے۔ اب دیکھئے ذرا سا بچہ بڑا ہوتا ہے آپ اسے منّا کہیں کہے گا مجھے منّا
نہیں کہو میں بڑا ہوگیا ہوں۔ اب اس کا مطلب یہ کہ وہ منّے کے جو خیالات
ہیں اس سے ترقی کرگیا ہے وہ آگے بڑھ گیا۔ تو بہرحال یہ بات سمجھ میں آئی
یہ جو دنیا جو ہے خیالات کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ یہ بھی مسئلہ حل ہوگیا کہ
خیالات اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔ تو اللہ نے کوئی
نظام بنایا کوئی قانون بنایا کوئی سسٹم ہوگا کہ خیالات مسلسل آرہے ہیں ۔
کوئی آدمی مرنا نہیں چاہتا لیکن اس کے ذہن میں باربار یہ خیال آتا ہے کہ
مرجانا چاہئیے۔ کوئی آدمی بغیر روٹی کھائے زندہ ہی نہیں رہ سکتا ۔ کوئی
آدمی بغیر پانی پئے زندہ ہی نہیں رہ سکتا ۔ کوئی آدمی بغیر سوئے زندہ نہیں
رہ سکتا۔ کوئی آدمی اگر ساری زندگی سوتا رہے تو اسے سونا نہیں کہتے اسے
کہتے کوما میں چلا گیا ہے۔ اس کے اوپر جب غور و فکر کیا گیا تو مضمون نویسی
کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا۔ مضمون نویسی میں اس وقت ایک اخبار حریت نکلتا
تھاسے ابتدا ہواسلسلہ شروع ہوگیا۔ اس میں چھوٹے چھوٹے مضمون لکھے۔
مضامین میں کچھ ایسی باتیں بھی آگئیں کہ بھئی اگر اس قسم کے خیالات ہوں
تو آدمی صحت مند رہتا ہے ایسے خیالات ہوں تو آدمی خوش رہتا ہے ۔ اس
قسم کے خیالات ہوں تو آدمی بیمار رہتا ہے۔ اس قسم کے خیالات میں آدمی
ذہنی انتشار کا شکار رہتا ہے۔ تو ڈاک کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس زمانے میں
ہفتے میں دو تین خط آتے تھے بڑے خوش ہوتے تھے کہ بھئی ہمارے ڈاک میں دو
خط آئے ہیں۔ تین آئے۔ بھئی اس ہفتے تو کمال ہی ہوگیا ہفتے میں پانچ خط
آگئے۔ وہ سلسلہ اب تک قائم ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا روحانی ڈائجسٹ میں بھی
مسائل کا کالم ہے۔ جنگ میں بھی قارئین کے مسائل کے نام سے آتا ہے۔ مختصر
یہ کہ خیالات کا سلسلہ جو قائم ہے ...... تو ہر انسان کے اندر دو قسم کے
خیالات آتے ہیں۔ اور یہ دو قسم کے خیالات ہی اس کی زندگی ہے۔ ایک خیال و
ہ ہے جو انسان کو دن میں آتا ہے سوتے جاگتے میں آتے ہیں چلتے پھرتے آتے
ہیںبیداری میں آتے ہیں۔ اور دوسرے خیال وہ جو انسان کو سوتے میں آتے ہیںآپ
خواب میں دیکھ رہے ہیں۔ خواب دیکھنا جو ہے وہ ایسی بات نہیں ہے کہ ہر
آدمی خواب نہیں دیکھتا بلکہ بیداری کے خیالات سے جیسے ہی آپ سونے کے
خیالات میں مرکزیت قائم کرلیتے ہیں اس کا نام سونا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ آپ
سوگئے ہیں تو آپ خواب میں دیکھ رہے ہیں۔ وہ بس آپ نے آنکھیں بند کیں
خیالات کی جو پٹری ہے وہ تبدیل ہوگئی۔یعنی خیالات کی پٹری پر چلنے والی
گاڑی کی رفتار اگر ہلکی ہے وہ بیداری ہے۔ اور خیالات کی پٹری پر چلنے والی
گاڑی کی رفتار اگر بہت تیز ہے یہ خواب ہے سونا ہے۔ اب انسان جو ہے ساری
زندگی دو خیالات میں رد و بدل ہوتا رہتا ہے۔ ایک بیداری میں ایک خواب میں۔

اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ ہم رات کو دن میں داخل کردیتے ہیں دن کو رات میں داخل کرتے ہیںرات میں سے دن نکال لیتے ہیں اور دن میں سے رات نکال دیتے ہیں۔ ....ہم رات پر سے دن کو ادھیڑ لیتے ہیں اور دن پر سے رات کو ادھیڑ لیتے ہیں۔ یعنی یونٹ ایک ہے اس یونٹ کے دو رخ ہیں ایک رخ کا نام رات ہے اور ایک رخ کا نام بیداری ہے۔ جب بیداری کا رخ غالب ہوتا ہے تو رات والارخ مغلوب ہوجاتا ہے۔ اور جب رات والے حواس کا رخ غالب ہوتا ہے تو بیداری کے حواس کا رخ مغلوب ہوجاتا ہے۔ یعنی انسان کی زندگی اگر دو لفظوں میں بیان کی جائے تو وہ یہ ہے کہ وہ دو حواس میں زندگی گزار رہا ہے۔ ایک حواس ہمیشہ غالب رہتے ہیں اور ایک حواس ہمیشہ مغلوب رہتے ہیں۔ اگر دن کے حواس جس کو اللہ نے نہار کہا ہے۔ اگر دن کے حواس غالب ہیں تو انسان بیداری میں زندگی گزار رہا ہے۔ اور اگر رات کے حواس غالب ہیں تو انسان بیداری سے ہٹ کر خواب کے حواس میں زندگی گزار رہا ہے۔ جب بیداری کے حواس زیر بحث آتے ہیں تو انسان کی اسپیڈ کم ہوجاتی ہے۔ انسان کے اوپر بھاری پن ، کشش ثقل کا جو سلسلہ ہے وہ غالب ہوجاتا ہے۔ وہ مجبور ہوتا ہے کہ ٹائم فیکٹر کے ساتھ زندگی گزارے۔ مثلاً اگر آپ یہاں سے مسجد تک تشریف لے جائیں تو آپ کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ ٹائم اور اسپیس کو نظر انداز کردیں۔ آپ بھاگ کر چلیں ، آہستہ آہستہ چلیں ٹھہر ٹھہر کر چلیں۔ ٹائم کم زیادہ تو ہوجائے گا لیکن ٹائم بھی آپ کو لگانا پڑے گا اور اسپیس بھی۔ مثلاً اب یہاں سے اگر دو سو قدم مسجد ہے تو مسجد تک پہنچنے کے لئے آپ نے دو سو قدم اسپیس کو اپنے پیروں میں لپیٹا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اب یہاں سے مسجد پانچ منٹ ہے تو پانچ منٹ وقفہ آپ کا لگا۔ یعنی ٹائم اسپیس کا مطلب یہ ہوا کہ دو سو قدم آپ زمین پر چلے معلق نہیں ہوئے خلاء میں نہیں چلے۔ زمین پر چلے ایک پیر رکھا دوسرا پیر رکھا تیسرا رکھا۔ یعنی زمینی مجبوری ہے کہ آپ اس پر چلیںاسپیس پرے اور دوسری بات یہ ہے کہ زمین پر ایک قدم دو قدم سو قدم دو سو قدم آپ چلیں ان دو سو قدم اٹھانے میںکچھ نہ کچھ وقت بھی لگے وہ وقت جو ہے وہ ٹائم ہے۔ یعنی بیداری کے حواس جو ہیں وہ ٹائم اور اسپیس میں بندھے ہوئے ہیں۔ آپ بیداری کے حواس میں ٹائم اسپیس کو کسی بھی صورت میں نہ نظر انداز کرسکتے ہیں اور نہ آپ چل سکتے ہیں ۔ مثلاً آپ چھلانگ لگائیں تو چھلانگ لگانا بھی یہ آپ تو کرسکتے ہیں کہ یہاںسے وہاں تک چھلانگیں لگائیں ، لیکن یہ چھلانگیں لگانے میں زمین کا جو

concept

ہے وہ ختم نہیں ہوتاہے یہ ضرور ہوسکتا ہے کہ ٹائم کم ہوجائے۔ اور یا آپ سائیکل پہ جائیں اور کم وقت لگ جائے گا۔ کار میں جائیں اور کم وقت لگ جائے گا۔ ایک آدمی دوڑ کے جاتا ہے ظاہر ہے کم وقت لگے گا ایک آدمی آہستہ آہستہ جاتا ہے وقت تھوڑا زیادہ ہوجائے گا۔ لیکن یہ مجبوری ہے کہ دن کے حواس میں

کوئی انسان ٹائم اسپیس سے آزاد نہیں ہوتا۔ اسپیڈ بڑھا سکتا ہے ، گھٹا سکتا ہے
۔ اب اگر ہم لاہور جاتے ہیں ۔ اب لاہور اگر ہم پیدل چلیں تو ممکن ہے تین
مہینے لگ جائیں ۔ لیکن اگر ہم کار سے چلیں دو دن میں پہنچ جائیں گے۔ ریل
سے چلیں چوبیس گھنٹے میں پہنچ جائیں گے ۔ ہوائی جہاز سے چلیں ڈھائی گھنٹے
میں۔ لیکن کراچی اور لاہور کا جو سفر آپ نے کیا ہے اس میں نے زمین کو نظر
انداز کرسکتے ہیں اور نہ ٹائم کو۔ ٹائم کو آپ گھٹا بڑھا سکتے ہیں۔ یہ جو آپ کے
دن کے حواس ہیں یعنی جب ...... یولج اللیل من النہار ...یولج النہار من اللیل...
اللہ تعالیٰ دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔ اب
جب یہ دن کے حواس ٹائم اسپیسہ کی پابندی کے حواس سے جب آپ آزاد ہوتے
ہیں تو خواب کے حواس میں چلے جاتے ہیں۔ اب خواب کے حواس میں اسپیس
زیر بحث نہیں آتا۔ مثلاً آپ نے خواب دیکھایہاں آپ سورہے ہیں اور خواب میں
دیکھاکہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس کے سامنے حاضر ہیں اور
درود شریف پڑھ رہے ہیں۔ کسی نے آپ کا انگوٹھا ہلایاآپ پھر یہاں آگئے۔ اتنی
زیادہ اسپیڈ ہوگئی خواب کے حواس میں یا رات کے حواس میں کہ اس کا آپ
......یہ نہیں کہہ سکتے صاحب دو گھنٹے میں پہنچ گئے ایک منٹ میں پہنچ گئے۔
ایک سیکنڈ بھی نہیں کہہ سکتے۔ ایک سیکنڈ بھی نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے کہ
جب آپ مدینہ منورہ پہنچ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو یہ سعادت نصیب کرے۔تو
اس میں ایک سیکنڈ ایک لمحہ ایک آن ایسا کچھ نہیں لگتا۔ اور جب واپس آتے
ہیں تو اس میں بھی کوئی وقت نہیں لگتا۔ اب اس کا مطلب یہ کہ انسان دو
حواس میں سفر کرتا ہے ایک حواس میں وہ ٹائم کا پابند ہے۔ بندھا ہوا ہے ۔
نکل نہیں سکتا ۔ کسی بھی صورت سے۔ اسپیڈ کم زیادہ ہوسکتی ہے۔ لیکن
اس کے برخلاف دوسرے حواس میں رات کے حواس میں انسان ٹائم اسپیس سے
آزاد ہوجاتا ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان جب مادی جسم کے ساتھ
سفر کرتا ہے تو اس کے اوپر ٹائم اسپیس کی پابندی لازم آجاتی ہے۔ اور جب
انسان کا مادی جسم بستر پر لیٹا ہوا ہے ۔ سانس بھی لے رہا ہے۔ دوران خون
بھی ہے۔ دل بھی دھڑک رہا ہے ہر چیز ہے لیکن جسم کو چھوڑ کر روح نے جب
جسم سے آزادانہ سفر اختیار کیا۔ ابھی ...صاحب نے قرآن پاک کی آیت تلاوت کی
کہ ہم روح قبض کرلیتے ہیں آدمی مرجاتا ہے ۔ یعنی روح قبض کرنے کامطلب یہ
کہ روح کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاتی کہ دوبارہ اس جسم سے مادی
جسم سے کام لے۔ جب روح کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاتی کہ مادی جسم
سے دوبارہ کام لے اس کا مطلب کہتے ہیں مرنا۔ لیکن جب روح اس مادی جسم
کو ساتھ لے کر سفر کرتی ہے اس کو ہم جینا کہتے ہیں۔ اب اس قانون سے یہ
بات سمجھ میں آئی کہ انسان بیک وقت دو خیالات میں دو حواس میں زندگی
گزارتا ہے۔ کوئی انسان ہو وہ دنیا کے کسی خطہ کا رہنے والا ہو۔امریکہ میں
ہو، برطانیہ میں ہو، پاکستان میں ہوکہیں ہویا کسی دوسرے عالمین میں ہو۔
اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کروڑوں دنیائیں بنائی ہیں۔ وہ پابند ہے اس کا کہ دو خیالات

میں زندگی گزارے۔ ایک خیال اس کو پابند رکھتے ہیں زمین کے اوپر اور وہ پابندی
اس بنیاد پر ہے کہ وہ میٹر کے ساتھ سفر کرے جسمانی مادی جسم کے ساتھ۔اور
دوسرے یہ کہ مادی جسم کے بغیر وہ سفر کرتا ہے ۔ اب یہ تو طے ہوگیا کہ
انسان کے اندر دو صلاحیتیں ہر وقت ہر آن کام کرتی ہیں۔ دن کے وقت بیداری
کے حواس کام کرتے ہیں ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہمارے رات کے حواس مر
گئے۔رات کے حواس موجود ہیں لیکن جب ہم اس بیداری کے حواس سے الگ
ہوں گے تب رات کے حواس میں داخل ہوں گے۔ اور جب ہم رات کے حواس سے
الگ ہوں گے دن کے حواس میں داخل ہوں گے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آدم علیہ
السلام جب جنت میں تھے۔ جنت کے بارے میں آپ سب جانتے ہیں کہ وہاں ٹائم
اسپیس نہیں ہوتا۔مثلاً اللہ تعالیٰ نے کہا ... حیث شئتما ... جہاں سے دل چاہے
کھاؤ... رغدا حیث شئتما... کروڑوں میل کے فاصلے پر سیب لگا ہوا ہے آدم علیہ
السلام کا یا کسی بھی بندے کا ... اللہ تعالیٰ جنت عطا کرے ...دل چاہا کہ سیب
کھاؤ ۔ آپ کو وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے سیب خود ہی آجائے گا۔ دوسری
بات یہ کہ سیب کو درخت میں پکنے کا وہاں انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ لگے لگے ہی
وہ پک جاتا ہے۔ جب آدم جنت میں تھے اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدم بغیر مادی
جسم کے روح کے ساتھ تھے۔اب آدم سے غلطی سرزد ہوگئی۔ اس غلطی کی
پاداش میں اس غلطی کی سزا میں آدم کو اس مادی جسم کا بوجھ اٹھانا پڑا۔
یعنی خیالات میں ایک تبدیلی آئی۔جنت میںخیالات لطیف تھے۔ جب غلطی ہوگئی
جس طرح بھی ہوئی تو اب آدم کے ذہن میں ایک تصور یہ ابھرا کہ میں نے غلطی
کی میں نے ظلم کیا۔ میں نے جہالت کی۔ تو ظلم اورجہالت بجائے اس کے آپ
کہیں گے ظلم و جہالت تاریکی کے علاوہ کچھ نہیں۔ بھئی آپ کسی ظلم
کوجہالت کو نہیں ......۔ جس دن یہ تصور آدم کے ذہن میں ابھرا اللہ تعالیٰ کی
نافرمانی ہوئی ہے ۔ اور میں نے اپنے اوپر ظلم کرلیا ہے جیسے ہی ظلم کا تصور
آدم کے ذہن میں آیا تو مادی جسم تشکیل پاگیا۔ اور آدم کی روح کو پابند کردیا
گیا کہ اب آزادانہ روح سفر نہیں کرسکتی ۔ یہ ٹائم اسپیس کی پابندی طاری
ہوگئی۔ لیکن ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا یہ
معافی تلافی کریں گے پھر جنت میں انہیں بھیجنا ہے تو اللہ تعالیٰ نے وہ جو جنت
کے حواس ٹائم اسپیس سے آزاد حواس ہیں وہ آدم سے چھینے نہیں۔ بلکہ یہ کہا
ٹھیک ہے اب دنیا میں تم جاؤجو کچھ تم نے کیا اس کو بھگتولیکن ہمارے بندے
تمہارے پاس آتے رہیں گے تمہیں اچھائی اور برائی کا درس دیتے رہیں گے ۔ اگر
تم نے پھر یہی چیزیں اختیار کرلیں جو جنت میں ہے ہم تمہیں تمہاری جنت
تمہارا وطن دوبارہ واپس کردیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے چونکہ یہ کہہ دیا ہے کہ
جنت دوبارہ واپس مل جائے گی اس لئے جنت کے حواس کا ہونا ضروری ہے۔لہذا
کیا ہوا کہ جنت میں جب آدم سے نافرمانی ہوئی تو رات کے حواس مغلوب
ہوگئے مادی حواس غالب ہوگئے۔ اور جب انسان یہاں سوجاتا ہے چونکہ وہ جنت
کے حواس انسان کے اند ر موجود ہیں وہ جنت کے حواس متحرک ہوجاتے ہیں اور

جسمانی حواس مغلوب ہوجاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ کہ اب ہم یوں کہیں گے
انسان کی زندگی دو حواس میں قائم ہے۔ ایک حواس یہ ہے کہ وہ نافرمانی کے
حواس ہیں اور سارے کا سارا وہ بیداری کے حواس ہیں۔آپ غور کریں دن میں
دنیا بھر کا ہوس، دنیا بھر کا ظلم دنیا بھرکی غلطیاں، حسد ، نافرمانیاںدن کے
حواس میں ہوتے ہیں۔ کیا مطلب ہوا اس کا کہ جب تک آپ مادی حواس میں
رہیں گے اس وقت تک آپ وہی سب کچھ کرتے رہیں گے جس کا تعلق نافرمانی
سے ہے۔ اور جب اس مادی حواس سے آپ نکلیں گے آپ جنت کے حواس میں
داخل ہوجائیں گے۔ اب بزرگوں نے اولیاء اللہ نے رسول اللہﷺ کے منتخب بندوں نے
اولیاء اللہ نے خود پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام نے جتنی بھی نوع انسانی کو
تعلیم دی ہے آپ اس پر اگر غور کریں وہ یہی ہے کہ اصل زندگی جو ہے وہ
جنت ہے۔ اور نقل زندگی دنیا کی ہے۔ اگر دنیا میں رہتے ہوئے جنت کی زندگی کا
کام کرلیا تو جنت مل جائے گی۔ اب یہ جو آپ کا مراقبہ ہے مراقبہ میں کیا ہوتا
ہے؟ یا آپ سوتے ہیں ۔ سوگئے۔ سونے کا مطلب یہ کہ آپ کا اپنے مادی جسم
سے تعلق ٹوٹ گیا۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟ پتہ ہے کوئی آدمی سوتا ہے ڈھول بھی
بجتے رہیں اسے پتہ نہیں ہوتا۔ تو جب سوتے ہیں تو مادی جسم سے آپ کا تعلق
ٹوٹ جاتا ہے اور جیسے ہی اس مادی جسم سے مادی حواس سے دن کے حواس
سے آپ کا تعلق ٹوٹاآپ فوراً جنت کے حواس میں چلے گئے ٹائم اسپیس سے آزاد
ہوگئے۔ یئے مراقبہ جو ہے یہ اس لئے ہے کہ صاحب آنکھیں بند کرلو۔ دنیا کی
طرف سے اپنا ذہن ہٹالو۔ مادی خیالات کی نفی کردو۔ بھئی جب مادی خیالات
کی نفی ہوگئی دنیا کی طر ف سے ذہن ہٹ گیا تو اب کیا رہ گیا؟ روح باقی رہ
گئی۔ کون سی روح باقی رہ گئی وہ جنت والی روح باقی رہ گئی۔ تو مراقبہ
سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے مادی حواس کی نفی کرکے ان حواس کو اپنے اوپر
غالب کرلے جو حواس جنت کے حواس ہیں۔ جو حواس رات کے حواس ہیں۔ اب
مختصر بات یہ ہوئی کہ ہرانسان اگر اس دنیا میں رہتے ہوئے جنت میں جانا
چاہتا ہے ہر انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے مرنے کے بعد کی زندگی سے واقفیت
چاہتاہے۔ تو اس کو کوئی کام نہیں کرناصرف اتنا کرنا ہے اسکو کہ اس کے جو
رات کے حواس ہیں اس کو کسی طرح بیداری میں منتقل کرنا ہے۔ یہ اولیاء اللہ
کا کمال رہا ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ یہاں بیٹھ کر وہاں دیکھ رہے ہیں ، خواجہ
غریب نوازتھے ان کے پیر و مرشد نے بائیس سال خانقاہ کا پانی جب بھرلیاخواجہ
غریب نواز سے ان کے پیرومرشد نے بائیس سال خانقاہ کا پانی بھروایا۔ تو بائیس
سال ہوگئے تو کہا میاں اتنا عرصہ ہوگیا تم ہمارے پاس آکر بیٹھو۔ تربیت تھی وہ
بائیس سالہ وہ بڑے خوش ہوئے کہ مجھے بٹھایا میرے استادہیں۔انہوں نے دو
انگلیاں ان کے سامنے رکھی اور کہا کیا نظر آتا ہے۔ انہوں نے کہاحضور ان دو
انگلیوں کے درمیان اتھارہ ہزار عالمین کا مشاہدہ کررہا ہوں۔ کیسے ہوا۔
صرف پیرو مرشد کی تربیت بائیس سال کی ریاضت سے آنکھ کے اندر اتنی طاقت
پیدا ہوگئی کہ جب پیرومرشد نے اشارہ کیا تو دن کے حواس مغلوب ہوگئے اور

رات کے حواس طاری ہوگئے اور جب رات کے حواس غالب ہوگئے تو ظاہر ہے
اٹھارہ ہزار عالمین کا مشاہدہ تو کرنا ہی ہے۔ جتنے آپ حضرات یہاں تشریف
فرما ہیں ان کا یہ کام ہے کہ مراقبہ روحانیت ماورائی علوم ، آسمانی علوم ، ...
کے علوم یہ کہیں باہر سے آپ کو نہیں لانے پڑیں گے یہ تو آپ کے اندر موجود
ہیں بس یہ کرنا ہے کہ آپ اس بات کی پریکٹس کریں کہ جس طرح بیدار ہیں آپ
اسی طرح سوئیں بھی یعنی بیداری میں رات کے حواس کو استعمال کرنا سیکھ
لیں اسے مراقبہ کہتے ہیں۔

end